





کی محبت ایسے مقام پر پہنچ جائے کہ اس محبت کی شدت کے مقابلے میں بیوی بچوں کی محبت معمولی حیثیت اختیار کر لے۔

”عملی اصلاح میں روک کا چھٹا سبب یہ ہے کہ انسان اپنی مستقل طور پر نگرانی نہیں رکھتا“۔ عمل کا خیال ہر وقت چوکس رہ کر رکھنا پڑتا ہے۔ ہر کام کرتے وقت یہ سوچنے کی ضرورت ہے کہ اس کام کے نتائج نیک ہیں یا نہیں۔ اور اس کام کو کرنے کی مجھے اجازت ہے یا نہیں۔ برائیوں سے بچنے کیلئے ہر کام پر نظر رکھ کر انسان میں ایک حجاب آجاتا ہے اور اگر یہ حجاب ختم ہو جائے تو ایک کے بعد دوسری کمزوری اس پر غلبہ پالیتی ہے۔ جیسے عورتوں کے لئے پردہ اور حیا کی حالت ہے اگر ایک دفعہ یہ ختم ہو جائے تو پھر بات بہت آگے بڑھ جاتی ہے۔

”ساتواں سبب اعمال کی اصلاح میں روک کا یہ ہے کہ انسانی تعلقات اور رویے جو ہیں وہ حاوی ہو جاتے ہیں اور خشیت اللہ میں کمی آجاتی ہے۔ بسا اوقات لالچ، دوستانہ تعلقات، رشتے داری، لڑائی، بغض اور کینے ان اعمال کے اچھے حصوں کو ظاہر نہیں ہونے دیتے۔۔۔۔۔ ایک انسان دوسرے انسان کے خلاف گواہی اس لئے دے دیتا ہے کہ فلاں وقت میں اس نے مجھے نقصان پہنچایا تھا۔ پس آج مجھے موقع ملا ہے کہ میں بھی بدلہ لوں۔ تو اعمال میں کمزوری اس وجہ سے ہوتی ہے کہ خشیت اللہ کا خانہ خالی ہو جاتا ہے“۔ (خطبہ جمعہ فرمودہ 20 دسمبر 2013)

”آٹھواں سبب عملی اصلاح میں روک کا یہ ہے۔

عمل کی اصلاح اس وقت تک بہت مشکل ہے جب تک خاندان کی اصلاح نہ ہو“۔

اعمال کی اصلاح کے لئے گھر کے تمام افراد کو مل کر بہتری کی کوشش کرنی ہوگی۔ گھر کے سربراہ کا بہت اہم کردار ہے۔ مثلاً دیانتداری اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتی جب تک کہ بیوی بچے بھی پورا تعاون نہ کریں۔ بیوی نیک ہے اور خاندان رزق حلال نہیں کماتا تب بھی گھر متاثر ہوگا۔ ماں باپ نماز نہیں پڑھتے تو بچوں پر اس کا اثر ہوگا۔ لہذا گھر کے تمام افراد کی اصلاح ضروری ہے۔

عملی اصلاح کی روکوں کو دور کرنے کے طریقے

حضور پر نور نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 10 جنوری 2014 میں فرمایا:

”ہمیں ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مشن اور بعثت کا مقصد صرف عقائد کی اصلاح کرنا نہیں تھا۔ آپ نے واضح فرمایا ہے کہ بندے کا خدا تعالیٰ سے تعلق جوڑنا اور اعمال کی اصلاح کرنا بھی ضروری ہے۔۔۔۔۔ بندے کا ایک دوسرے کے حق ادا کرنا بھی ایک مقصد ہے اور یہ سب باتیں اعمال پر منحصر ہیں۔ نیک اعمال بجا لا کر خدا تعالیٰ کا بھی حق ادا ہوتا ہے اور بندوں کا بھی حق ادا ہوتا ہے۔ حضرت مسیح موعود نے ایک موقع پر فرمایا تھا۔ ”یاد رکھو کہ صرف لفاظی اور لسانی کام نہیں آسکتی جب تک کہ عمل نہ ہو۔ (ملفوظات جلد ۱ صفحہ ۴۸، ایڈیشن 2003 مطبوعہ ربوہ)

پھر ایک اور موقع پر فرمایا! ”اپنے ایمانوں کا وزن کرو۔ عمل ایمان کا زیور ہے اگر انسان کی عملی حالت درست نہیں ہے تو ایمان بھی نہیں“۔

(ملفوظات جلد ۱ صفحہ ۱۲۴۹ ایڈیشن 2003 مطبوعہ ربوہ)

”پس اگر ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مشن میں کارآمد ہونا ہے، آپ کے مقصد کو پورا کرنے والا بننا ہے تو یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب ہم میں سے ہر ایک اپنی عملی اصلاح کی روکوں کو دور کرنے کی بھرپور کوشش کرے۔۔۔۔۔ ہماری اپنی اصلاح سے ہی ہمارے اندر وہ قوت پیدا ہوگی جس سے دوسروں کی اصلاح ہم کر سکیں گے“۔

پھر حضور نے فرمایا کہ آج کل دنیا سمٹ کر رہ گئی ہے اور الیکٹرانک میڈیا کے ذریعہ برائیاں اور اچھائیاں ہزاروں میل دور سے ہر گھر میں پہنچ رہی ہیں۔ مگر برائی کے پھیلنے کی شرح اچھائی کے پھیلنے کی نسبت بہت تیز ہے۔ اسی طرح اچھائی اور برائی کا معیار بھی بدل گیا ہے۔ ایک چیز جسے اسلامی معاشرے میں برا سمجھا جاتا ہے ہو سکتا ہے کہ لاندہب معاشرے کے لئے معمولی بات یا اچھائی ہو۔ اس سلسلے میں حضور نے ڈانس کے تفریح کے طور پر رواج پانے کا، اسی

طرح گھروں میں شادیوں کے موقع پر جو بے ہودہ ناچ کئے جاتے ہیں، اور ٹی وی پر تفریح کے نام پر بے ہودگیوں کا ذکر کیا اور ان سے بچنے کی تلقین کی۔ اور فرمایا کہ ان برائیوں سے بچنے کیلئے منصوبہ بندی اور قربانی کی ضروری ہے۔

حضور نے عملی اصلاح کی رُو کوں کو دُور کرنے کے سلسلہ میں اسی خطبہ میں فرمایا: ”حضرت مصلح موعودؑ نے بڑے عمدہ رنگ میں وضاحت فرمائی ہے اگر عملی اصلاح کیلئے یہ باتیں انسان میں پیدا ہو جائیں تو بھی کامیابی مل سکتی ہے۔ اور یہ تین چیزیں ہیں۔ نمبر ایک قوت ارادی۔ نمبر دو صحیح اور پورا علم۔ اور نمبر تین قوت عملی۔ لیکن اصل بنیادی قوتیں دو ہیں۔ قوت ارادی اور قوت عملی۔ جو چیز ان دونوں کے درمیان میں رکھی گئی ہے یعنی صحیح اور پورا علم ہونا، یہ دونوں بنیادی قوتوں پر اثر ڈالتی ہے۔ (ماخوذ از خطبات محمود جلد ۷ صفحہ ۲۴۰، خطبہ فرمودہ ۱۰ جولائی ۱۹۳۶ مطبوعہ ربوہ)

حضور نے حضرت مصلح موعودؑ کے ارشادات کی روشنی میں فرمایا کہ جہاں تک ارادے کا تعلق ہے تو جماعت کے اکثر افراد یہ چاہتے ہیں کہ ان میں تقویٰ اور طہارت پیدا ہو۔ اللہ کی محبت اور اس کا قرب حاصل کریں۔ لیکن اگر پھر بھی نتائج نہیں نکلتے تو یقیناً ہمارے میں عمل کیلئے حقیقی قوت ارادی کی کمی ہے۔ اور ہماری عیوب دیت میں بھی کچھ نقص ہے اس وجہ سے ہماری عملی قوت ہمارے ارادے کی قوت کا اثر قبول نہیں کر رہی۔ اس صورت میں قوت عملی کا علاج ضروری ہے ورنہ کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا۔

قوت ارادی سے عام طور پر تو یہ مراد ہے کہ کسی کام کے کرنے کا ارادہ کرنا اور پھر اسے بجالانے اور انجام دینے کی قوت ہے۔ حضرت مصلح موعودؑ نے بڑے احسن رنگ میں اس کا بیان فرمایا ہے کہ قوت ارادی کا مفہوم عمل کے لحاظ سے ہر جگہ بدل جاتا ہے۔

دین کے معاملے میں قوت ارادی ایمان کا نام ہے۔ صحابہ کا نمونہ ہمارے سامنے ہے۔ جب شراب کی حرمت کا حکم آیا تو صحابہ نے ایک لخت شراب کے منکے توڑ دیے۔ یہ ان کی مضبوط قوت ارادی کے سبب تھا۔ امریکہ میں بھی ایک زمانے میں کھلے عام شراب نوشی کی ممانعت کی کوشش ہوئی مگر کامیاب نہ ہو سکی کیوں کہ ایمان نہیں تھا۔ لوگوں نے دوسرے چور سے نکال لئے۔

”ہم عملی زندگی میں دیکھتے ہیں کہ ارادہ بھی علم کے مطابق چلتا ہے اور عمل بھی علم کے مطابق چلتا ہے۔ اس کی مثال یوں ہے کہ اگر کسی انسان کو یہ معلوم نہ ہو کہ ایک ہزار کالشنکراس کے مکان پر حملہ آور ہونے والا ہے بلکہ صرف اس قدر جانتا ہو کہ کسی نے حملہ کرنا ہے اور ہو سکتا ہے کہ ایک دو آدمی ہوں تو اس کیلئے وہ تیاری کرتا ہے لیکن اگر اسے یہ علم ہو کہ حملہ آور ایک ہزار ہیں تو پھر اس کی تیاری اس سے مختلف ہوتی ہے۔ پس علم کی کمی کی وجہ سے نقص پیدا ہو جاتا ہے۔ اور علم کی صحت قوت ارادی کو بڑھا دیتی ہے۔۔۔۔۔۔ پس اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی صلاحیت تو موجود ہے۔ جب اس صلاحیت اور طاقت کا استعمال صحیح ہو تو آسانی سے کام ہو جاتا ہے۔۔۔۔۔۔ اور یہ علم کی وجہ سے ہوتا ہے۔۔۔۔۔۔ بعض دفعہ صحیح علم نہ ہونے کی وجہ سے انسان اعمال کی اصلاح نہیں کر سکتا اور قوت موازنہ عدم علم کی وجہ سے اسے صحیح خبر نہیں دیتی کہ اس کی عملی اصلاح کیلئے کس قدر طاقت کی ضرورت ہے۔

(ماخوذ از خطبات محمود جلد ۷ صفحہ ۲۳۷، ۲۳۸، فرمودہ ۱۰ جولائی ۱۹۳۶ مطبوعہ ربوہ)

قوت موازنہ وہ قوت ہے جو یہ فیصلہ کرتی ہے کہ فلاں کام کرنے کیلئے کتنی طاقت درکار ہے۔ اور یہ قوت اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو عطا کر رکھی ہے ”قوت موازنہ بھی تبھی ہوگی جب کسی چیز کا علم ہو جائے۔ اگر علم ہوگا تو ہوشیار کرے گی کہ اس کو اس طرح استعمال کرو۔ علم نہیں ہوگا تو انسان وہ کام نہیں کر سکتا۔ پھر اسی عدم علم کی وجہ سے انسان سے گناہ سرزد ہوتے ہیں۔ چنانچہ ایک بچہ جب ایسے لوگوں میں پرورش پاتا ہے جو گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں یا مستقل ہی مرتکب رہتے ہیں، ہر وقت ان کی مجلسوں میں یہ ذکر رہتا ہے کہ جھوٹ کے بغیر تو دنیا میں گزارہ نہیں ہو سکتا تو بچے کے ذہن میں یہ خیال آ جاتا ہے کہ اس زمانے میں جھوٹ کے بغیر کامیابی حاصل ہو یہ نہیں سکتی۔“

علم کی قوت عملی کمزوری کو دور کرنے میں معاون ثابت ہو سکتی ہے۔ اگر انسان کو خدا کی ذات کی پہچان ہو اور اسے خدا تعالیٰ کی ناراضگی کا صحیح احساس دلایا جائے تو وہ گناہ کرنے سے بچ سکتا ہے۔ غلطی سے یہ سمجھ لیا جاتا ہے کہ کچھ گناہ بڑے ہوتے ہیں اور کچھ چھوٹے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جن گناہوں کو انسان

کم علمی کی وجہ سے چھوٹا یا معمولی سمجھ رہا ہوتا ہے وہ اس کے دل و دماغ میں بیٹھ جاتے ہیں اور اس کو کرتے وقت یہ احساس نہیں ہوتا کہ وہ گناہ ہے۔ نیکی اور گناہ کا معیار ہر شخص کی حالت کے مطابق ہے۔ پس جب تک یہ خیال رہے کہ فلاں نیکی بڑی ہے اور چھوٹی اس وقت تک انسان بدیوں سے بچ نہیں سکتا۔ نہ نیکیوں کی توفیق پاسکتا ہے۔ ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ بڑی بدیاں وہی ہیں جن کے چھوڑنے پر انسان قادر نہ ہو۔

قوت عملیہ کی کمی یا نہ ہونے کے بعض اسباب ہیں مثلاً ایک سبب عادت ہے۔ بعض دفعہ ایک شخص میں قوت ارادی بھی ہوتی ہے، علم بھی ہوتا ہے لیکن عادت کی وجہ سے مجبور ہو کر کمزوری دکھا رہا ہوتا ہے۔ یا ایک شخص جانتا ہے کہ خدا تعالیٰ کا قرب حاصل ہو سکتا ہے لیکن دنیا اور مادی اشیاء کی محبت اس کی راہ کی رکاوٹ بن جاتی ہیں۔ اور انسان خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے سے محروم رہ جاتا ہے۔ ایسے لوگوں کیلئے اندرونی کی بجائے بیرونی علاج کی ضرورت ہوتی ہے۔ پس عملی اصلاح میں حکومت کا بھی ایک کردار ہے۔ بہت سی عادتیں قانون کی وجہ سے ختم کی جاسکتی ہیں۔

”مختلف لوگوں کیلئے مختلف علاجوں کی ضرورت ہوتی ہے۔۔۔۔۔۔ بعض کیلئے قوت ارادی پیدا کرنے کی ضرورت ہے، بعض کیلئے قوت عملی پیدا کرنے کی ضرورت ہے، اور بعض کیلئے اس صورت میں جب کہ بوجھ زیادہ ہو، ان کی طاقت اور برداشت سے زیادہ ہو، بیرونی مدد کی ضرورت ہے۔۔۔۔۔۔ اس وقت

معاشرے کو اپنا کردار ادا کرنا پڑتا ہے۔ جماعت کو اپنا کردار ادا کرنا پڑتا ہے، ذیلی تنظیموں کو اپنا کردار ادا کرنا پڑتا ہے۔ (خطبہ جمعہ 10 جنوری 2014)

عملی کمزوریوں کو دور کرنے کے لئے بیرونی سہارے کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ سہارا دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک نگرانی کر کے اور دوسرا جبر کر کے۔

پس عملی اصلاح کے لئے ان تین چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ قوت ارادی کی طاقت کہ بڑے بڑے کام کرنے کی اہل ہو۔ علم کی زیادتی کہ ہماری قوت ارادی اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کرتی رہے کہ کیا صحیح ہے اور کیا غلط۔ تیسری قوت عملیہ کہ ہمارے اعضاء ہمارے نیک ارادوں کے تابع چلیں اور بد ارادوں کے نہیں۔ یہ باتیں گناہوں سے نکالنے اور اعمال کی اصلاح کا بنیادی ذریعہ ہیں۔

”پس ہمیں اپنی عملی اصلاح کے کیلئے ان باتوں کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے، ان باتوں کو پیدا کرنے کی ضرورت ہے، اپنی قوت ارادی کو مضبوط کرنے کی ضرورت ہے تاکہ ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کے مقصد کو پورا کرنے والے ہوں اور ہماری جو صلاحیتیں ہیں، اللہ تعالیٰ نے جو طاقتیں ہمیں دی ہیں وہ زنگ لگ کے ختم نہ ہو جائیں۔ آخر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات پیش کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ سے اصلاح چاہنا، اور

اپنی قوت خرچ کرنا یہی ایمان کا طریق ہے“۔ (ملفوظات جلد 1 ص 92، ایڈیشن 2003 مطبوعہ ربوہ)

”پس عملی حالتوں کی درستی کیلئے بہت محنت اور مسلسل نظر رکھنے کی ضرورت ہے تاکہ ہر احمدی اپنے احمدی ہونے کے مقصد کو پورا کر سکے“۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خواہش کے مطابق ہم اپنے آپ کو حقیقی مسلمان بنا سکیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔